ہمارے اسلاف

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری
ناظم جمعیت علماء اسلام۔ جام پور

امام الفقہاء حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی قدس سرہٗ

ہندوستان میں قصبہ دیوبند یوپی کے مغربی ضلع سہارنپور میں بجانب دلی ریلوے لائن پہ واقع ہے۔ سہارنپور سے بیس میل بجانب جنوب ہے۔ یہاں شرفاء اور دیندار لوگوں کی آبادی تھی، آبادی کا بیشتر حصہ عثمانی، صدیقی، فاروقی شیوخ کی اولاد پہ مشتمل تھا۔ بڑے بڑے علماء اولیاء اور مجاہدین اس سرزمین پاک میں پیدا ہوئے، جنہوں نے اسی مقام پہ ایک عظیم دینی درس گاہ کی بنیاد ڈالی جو عالم اسلام میں آج دارالعلوم دیوبند کے نام سے مشہور ہے۔ مورخہ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو اس عظیم درس گاہ کا افتتاح ہوا، اور اللہ کے کچھ مخلص بندوں نے ایک چھوٹی سی مسجد میں جسے چھتہ مسجد کہتے تھے، ایک انار کے درخت کے نیچے آب حیات کا یہ چشمہ جاری کر دیا۔ بالآخر دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ اسی سادہ سی درسگاہ سے علم و فضل کے ایسے آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے جنہوں نے ایک دنیا کو جگمگا کر رکھ دیا اور اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کو جو فضیلت اور جو امتیاز بخشا بہت ہی کم علمی اداروں کے حصے میں آتا ہے۔ چنانچہ دارالعلوم سے پیدا ہونے والی بے مثال شخصیتیں جن سے دنیا میں علم و عرفان کے چشمے جاری ہوئے اس کثرت سے ہیں کہ شمار میں لانا مشکل ہے۔ ان حضرات کے خصائص کی تفصیل کے لئے مستقل فرصت اور ایک پورا دفتر درکار ہے۔ مختصر یہ کہ ان حضرات کے جمیع اوصاف و کمالات کا احاطہ بہت مشکل ہے۔

یہ حضرات علوم کتاب و سنت، علوم ظاہر و باطن کے جامع اور عارفین اور اصحاب قلوب کی وراثت کے امین تھے، انہوں نے پہاڑ سے زیادہ راسخ عزائم کے ساتھ ورع و زہد، انکسار و تواضع اور اتباع سنت ایسے بلند پایہ اخلاق و شمائل کو اس حد تک جمع کر لیا تھا کہ اخلاق عالیہ میں یہ حضرات اپنے دور میں ضرب المثل تھے ان کے سینے علوم نبویہ سے معمور اور ان کے دل معرفت الٰہیہ، حب الٰہی اور حب نبوی سے منور تھے۔ الغرض یہاں کا فیض یافتہ ہر شخص اپنی ذات میں ایک انجمن ہے۔ بقول مفتی اعظم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہٗ العالی۔ دارالعلوم دیوبند درحقیقت ان ہی عظیم شخصیتوں اور اسی طرزِ فکر کا نام ہے۔ بہرحال اسی مدرسۂ فکر سے ایسے ایسے علماء واکابر، مجاہدین، محدثین اور فقہاء امت پیدا ہوئے کہ جن کی مثال سے دنیا خالی ہے۔ انہی مقدس اور عظیم ہستیوں میں سے قطب الہند، امام الفقہاء مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی تھی، جن کا فیض عرب وعجم میں پھیلا ہوا ہے۔ اس عظیم شخصیت کا مختصراً تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

نسب وولادت آپ دیوبند کے عثمانی شیوخ کے چشم وچراغ تھے، شجرۂ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے، آپ کے والدِ محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب عثمانیؒ اپنے زمانہ کے عالم وفاضل، اردو ادب کے ماہر اور ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ آپ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ کے قریبی احباب میں سے اور دارالعلوم دیوبند کے بانیین میں سے ہیں۔ آپ کے دوسرے بھائیوں میں فخر العلماء حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، مولانا مطلوب الرحمٰن عثمانی، سعید الرحمٰن عثمانی، بابو فضل حق عثمانی اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ہیں، آپ ان سب بھائیوں میں بڑے تھے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ سوانح قاسمی مصنفہ مولانا مناظر احسن گیلانی کے حواشی میں تحریر فرماتے ہیں: "مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کی براہِ راست اولاد میں حضرتِ اقدس مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اپنے اپنے وقت میں علم ودین کے افق پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔" (تجلیاتِ عثمانی)

بلاشبہ حضرت قاری صاحب مدظلہم کے قول کے مطابق یہ تینوں حضرات علم ودین کے افق پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔ یہ حضرات جن پر دارالعلوم کو ہمیشہ فخر رہے گا۔ دین کے دراصل امام تھے۔

۱۸۵ء حضرت امام الفقہاء ۱۲۷۵ھ میں اسی قصبہ دیوبند میں پیدا ہوئے۔ اصل نام عزیز الرحمٰن ہے، تاریخی نام ظفرالدین ہے۔ زمانۂ طفولیت سے ہی ذہانت ومتانت، فراست وشرافت اور صداقت کے مجسم پیکر تھے۔

۱۸۴ء **تعلیم وتربیت** آپ کی تعلیم وتربیت اکابرینِ دیوبند کی آغوش میں ہوئی۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے بیشتر کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۹۸ھ میں تمام علوم وفنون سے فارغ التحصیل ہوئے اور جن حضرات کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں دستار بندی ہوئی ان میں مولانا احمد سکندر پوری، مولوی محمد اسحاق فرخ آبادی، مولوی منفعت علی صاحب دیوبندی، مفتی رحیم بخش شیرکوٹی اور مولوی سراج الحق صاحب دیوبندی شامل ہیں۔

درس و تدریس | ۱۲۹۹ھ میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ اور مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ، دارالعلوم دیوبند میں بلا تنخواہ مدرس مقرر ہوئے، اس کے بعد آپ بسلسلۂ تعلیم و تدریس مدرسہ عالیہ رام پور تشریف لے گئے اور ۱۳۰۹ھ تک آپ وہاں بمشاہرہ دس روپیہ ماہوار پر تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اور وہاں کافی حضرات آپ کے ظاہری و باطنی فیوض سے مستفیض ہوتے رہے۔ ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم کی طلب پر آپ دوبارہ دیوبند تشریف لائے تو نیابت اہتمام کا منصب آپ کے سپرد کر دیا گیا۔

خدمتِ افتاء | دارالعلوم دیوبند کی شہرت اور مقبولیت عام تھی اس وجہ سے دور دراز کے مقامات سے استفتاء بکثرت آتے تھے اور مدرسان دارالعلوم کو کارِ تعلیم سے اس قدر فرصت نہیں ہوتی تھی کہ بلا حرج تعلیم اُن کے جوابات لکھ سکیں اور دارالعلوم جس مقصد کے تحت قائم کیا گیا تھا اسکی بنا پر اس کے فرائض میں یہ بات بھی داخل تھی کہ بعنوان افتاء بھی عوام کی خدمت کی جائے گی۔ ابتدائی سالوں میں اساتذہ دارالعلوم بالخصوص عارف باللہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہٗ حسب ضرورت و موقع فتاوٰی تحریر کرتے رہے۔ لیکن کام کی ذمہ دارانہ نوعیت و اہمیت نے اس بات پر مجبور کر دیا کہ کسی صاحب شخصیت کو باقاعدہ مفتی نامزد کر کے دارالافتاء کو مستقل حیثیت میں قائم کیا جائے لہٰذا ۱۳۱۰ھ میں حضرت گنگوہیؒ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو اس عظیم منصب اور اہم ذمہ داری کے لئے منتخب فرمایا، پھر اُس وقت سے ۱۳۴۶ھ یعنی ۳۶ سال تک بدستور بحیثیت صدر مفتی دارالعلوم دیوبند بلکہ مفتی اعظم ہندوستان خدمتِ افتاء سرانجام دیتے رہے اور فتاوٰی صادر فرماتے رہے۔ چنانچہ محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری فرماتے ہیں: "علماء دیوبند میں سے صرف ایک عالم مولانا الشیخ الفقیہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی نے مختلف سوالات کے جواب میں پچاس ہزار فتاوٰی صادر فرمائے۔"
(دارالعلوم دیوبند نمبر ص۱۵۳)

مولانا محمد اسلام بہاری دارالافتاء دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ: "دارالعلوم دیوبند میں دارالافتاء کے قیام کے بعد اسی بین الاقوامی علمی مرکز دارالافتاء کے لئے ایسی شخصیت کی تلاش تھی جو علم و تفقہ کی امتیازی استعداد کے ساتھ صلاح و تقوٰی اور برگزیدگی کی شان کی حامل ہو۔ چنانچہ ایک ایسی شخصیت کا انتخاب عمل میں آیا جو گویا ازل سے اس عہدے کے لئے پیدا کی گئی تھی۔ وہ ذات گرامی تھی مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندی قدس سرہٗ کی، وہ ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۴۶ھ تک عہدہ افتاء پر فائز رہے گویا ۳۶ سال تک افتاء کی خدمت انجام دیتے رہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ۱۸ سال تک افتاء کی نقل نویسی نہ ہوئی اس وجہ سے اس وقت کی نقل موجود نہیں۔ ۱۳۲۹ھ سے طلباء نے نقل شروع کی۔

۱۳۲۳ھ میں مولانا قاضی مسعود احمد صاحبؒ کا تقرر آپ کے رفیقِ سفر کی حیثیت سے ہوا، اس وقت سے رجسٹر میں مستفتی کے سوالات اور ان کے جوابات کی نقل موجود ہے، جن کی مجموعی تعداد ۳۸ ہزار کے قریب ہے۔ یہ تعداد درج رجسٹر کی ہے۔

علاوہ بریں کچھ ایسے حضرات بھی ہوں گے جن کے فتاوٰی عجلت کی وجہ سے رجسٹر میں درج نہ ہوئے ہوں، نیز ایک مستفتی کئی کئی سوالات ایک کاغذ میں لکھتے ہیں۔ اگر اوسطاً تین سوالات مان لئے جائیں تو فتاوٰی کی مجموعی تعداد تقریباً سوا لاکھ ہوتی ہے، اور یہ تعداد بھی ان فتاوٰی کی ہے جو رجسٹر میں درج ہوئے اس سے پہلے کی جب کہ نقل افتاء کا انتظام نہیں تھا، اتنی ہی تعداد فرض کر لی جائے تو اس طرح حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے فتوے کم و بیش ڈھائی لاکھ ہوتے ہیں۔ (ماہنامہ "الرشید" لاہور کا دارالعلوم دیوبند نمبر)

ان فتاوٰی کا یہ بے نظیر مجموعہ اور مسائل فقہیہ کا یہ بے مثال ذخیرہ عام نظروں سے اوجھل تھا اس لئے سب سے پہلے آپ کے علمی جانشین اور شاگردِ رشید حضرت قبلہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ العالی نے آپ کے فتاوٰی بنام "عزیز الفتاوٰی" شائع کئے تھے جو بہت مختصر اور غالباً ایک دو سال کے فتاوٰی کا مجموعہ تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے آپ کے تمام فتاوٰی کو جدید ترتیب سے شائع کرنے کا پروگرام بنایا۔ اور اس کام کے لئے مولانا ظفر الدین صاحب کو مامور کیا، انہوں نے غیر معمولی جانفشانی اور تندہی سے ترتیب فتاوٰی کا کام حسنِ اسلوب سے انجام دیا جن کی نو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور ابھی کام جاری ہے۔ الغرض آپ کی علمی اور فقہی خدمات بہت ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔ آپ کو فنِ افتاء میں اس قدر مہارت تھی کہ مشکل ترین معاملات پر بھی برجستہ فتاوٰی تحریر فرما دیتے تھے۔

آپکا علمی مقام حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کا علمی و روحانی مقام بہت بلند ہے۔ بڑے بڑے علماء و مشائخ نے آپ کی جامع شخصیت کا اور آپ کے علمی مقام کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ جنہیں آج دنیا اسی صدی کے عظیم مذہبی و روحانی پیشوا کی حیثیت سے جانتی ہے۔ اور جنہوں نے تقریباً بارہ سو سے زائد تصانیف ورثے میں چھوڑی ہیں اور جن کا ہر خلیفۂ مجاز ایک آفتاب اور ماہتاب بن کر چمکا ہے۔ وہ بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے فتاوٰی پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔

قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہٗ بھی آپ کی علمی شان کے معترف تھے اسی لئے آپکی

نظرِ انتخاب بعہدہ صدر مفتی دار الافتاء دار العلوم دیوبند حضرت مفتی صاحب پر ہی پڑی۔ چنانچہ مولانا قاری محمد عبد اللہ سلیم صاحب لکھتے ہیں کہ: "سن ۱۳۱۰ھ میں قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے مجلسِ شوریٰ میں یہ تجویز پیش کی اور مجلس کی منظوری کے بعد جس جلیل القدر منصب کے لئے جس کو نامزد کیا گیا وہ عظیم المرتبت شخصیت فقیہہ الامت عالی مقام صوفی، ذی مرتبت عالم، باکرامت بزرگ حضرت مفتیٔ اعظم مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی قدس سرہٗ کی تھی۔ اور آپ نے ثابت کر دیا کہ آپ اسی منصب کے لئے موزوں تھے بلکہ اسی کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ (دار العلوم دیوبند نمبر)

امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: "کہ اب سے ایک صدی پہلے تک اس شان کا فقیہہ النفس علماء کی جماعت میں نظر نہیں آتا۔ (مقدمہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند نمبر)

مؤلف تذکرہ مشائخ دیوبند لکھتے ہیں کہ مشائخ دیوبند میں حضرت امام ربانی مولانا گنگوہیؒ فقیہہ النفس تھے۔ یا حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ فقیہہ النفس تھے۔ (تذکرہ مشائخ دیوبند)

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: "جس وقت میں کنز الدقائق کے حاشیہ سے فارغ ہوا تو مسودہ بغرض اصلاح حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے تمام حاشیہ کو نشان لگا کر رنگین کر دیا اور فرمایا کہ اس جگہ فلاں کتاب کے فلاں صفحہ کی فلاں عبارت درج ہونی چاہیئے۔ بلاشبہ حضرت مفتی صاحب کی رگ رگ میں فقہ رچا ہوا تھا۔ اگر وہ زمانہ سابق میں ہوتے تو فقہ میں صاحبِ مسلک ہوتے لیکن باوجود فقیہہ النفس ہونے کے امام اعظم کی تقلید کا قلادہ گردن میں ڈالے ہوئے تھے، اور اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ (تذکرہ مشائخ دیوبند)

ممتاز تلامذہ آپ کے علمی و روحانی مقام کا اسی طرح بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کے تلامذہ میں ایسے ایسے مشاہیر پیدا ہوئے ہیں کہ جن کا نام آتے ہی گردنیں احترام سے جھک جاتی ہیں۔ اور بقول جناب پروفیسر انوار الحسن صاحب شیر کوٹی کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ (انوار قاسمی) آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے نامور فاضل، مفسر، محدث، مدبر، مفکر، فقیہہ، مجاہد، مصنف، صوفی، درویش، ادیب، شاعر، منطقی، فلسفی، مفتی اور معلم پیدا ہوئے جن میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ جن میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ جن میں مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، شیخ الحدیث صاحب مولانا محمد ادریس

کاندھلویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور مولانا محمد یوسف بنوری شامل ہیں۔

غرضیکہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے علمی وعملی مقام اور فقیہ النفس ہونے میں کسی قسم کا کلام یا شبہ نہیں ہے۔ آپ واقعی اس دور کے امام الفقہاء تھے، اور دار العلوم دیوبند کے جلیل القدر اکابر میں سے تھے۔۔۔

سلوک وتصوف حضرت مفتی صاحب کو علوم ظاہری پر جس طرح درک تھا، اسی طرح روحانیت وتصوف اور اخلاقِ باطنی میں بھی بلند مقام حاصل تھا۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ مہتمم اول دار العلوم دیوبند سے بیعت وخلافت حاصل تھی۔ کرامات وتصرفات کے بہت سے واقعات آپ کی طرف منسوب ہیں۔ جن کے جاننے اور دیکھنے والے آج بھی بحمد اللہ پاک وہند میں موجود ہیں۔ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ پر چونکہ نقشبندیت کا غلبہ تھا۔ اس وجہ سے آپ کے مریدین خصوصاً حضرت مفتی صاحب پر بھی نقشبندیت کا غلبہ تھا۔ آپ کے خلفاء اور مریدین کا حلقہ وسیع ہے۔ خاص طور پر مولانا قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھیؒ بہت معروف تھے۔ جن کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ ہیں۔

تواضع وانکساری آپ کے مزاج میں بے حد سادگی تھی، تواضع وانکساری، زہد وتقویٰ میں آپکو کمال حاصل تھا، تواضع اس قدر کہ باوجود تلامذہ اور خدام کی موجودگی کے اپنے گھر کا کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ اپنا اور پڑوسیوں کا سامان بازار سے خرید کر دامن میں لایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علیؓ کا یہی طرز عمل تھا۔ چنانچہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: "حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہٗ کے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ آج اُن کی تصنیف "عزیز الفتاویٰ" عہدِ حاضر کے تمام مفتیوں کے لئے ماخذ بنی ہوئی ہے۔ اور فتویٰ کے ساتھ شغف کا یہ حال تھا کہ وفات کے وقت بھی ایک استفتاء ہاتھ میں تھا جسے موت ہی نے ہاتھ سے چھڑا کر سینے پر ڈال دیا تھا۔ لیکن سادگی تواضع اور خدمتِ خلق کا یہ مقام تھا کہ یہ کوئی کیسے سمجھے کہ یہ بھی کوئی بڑے عالم یا صاحب کرامت صوفی اور صاحبِ نسبت شیخ ہیں جب کہ غایتِ تواضع کا یہ عالم ہو کہ بازار سے سودا سلف نہ صرف اپنے گھر کا بلکہ محلے کی بیواؤں اور ضرورت مندوں کا خود لاتے۔ بوجھ زیادہ ہو جاتا تو بغل میں گٹھڑی دبا لیتے اور پھر ہر ایک کے گھر کا سودا مع حساب کے اس کے گھر پہنچاتے تھے کبھی تو اسی سودا سلف لانے میں ایسا بھی ہوتا کہ جب آپ کسی عورت کو سودا دینے کے لئے جاتے تو وہ دیکھ کر کہتی: "مولوی صاحب! یہ تو آپ غلط لے آئے ہیں

میں نے تو یہ چیز اتنی نہیں، اتنی منگائی تھی۔ چنانچہ یہ فرشتہ صفت انسان دوبارہ بازار جاتا اور اس عورت کی شکایت دور کرتا۔ (مقدمہ فتاوٰی دارالعلوم دیوبند)

زہد وتقوٰی اس قدر کہ باوجود تبحر علمی اور فقیہہ النفس ہونے کے نماز و وضو کے مسائل کتاب دیکھ کر بتلاتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ "یہ طریقہ اس وجہ سے اختیار کئے ہوئے ہوں کہ ممکن ہے کبھی مجھ سے سہو ہوجائے اور مسئلہ دھوکے میں غلط بتادوں، لیکن کتاب دیکھ کر بتانے میں ذمہ داری میرے اوپر سے اٹھ جاتی ہے۔ اور کتاب والے پر یہ ذمہ داری آجاتی ہے۔ (بحوالہ تذکرہ مشائخ دیوبند)

اسی طرح ظاہری و باطنی شکوک وشبہات میں آپ ہمیشہ حضرت گنگوہیؒ کیطرف رجوع کرتے تھے۔ اور آپ کے قول کو قول فیصل جانتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کو "لیس الانسان الا ما سعیٰ" آیت کے متعلق ایک شبہ ہوا کہ جب انسان کو اسکی سعی کا اجر ملتا ہے تو ایصال ثواب بعد مرنے کے دوسروں کی سعی ہے یہ کیوں مردے کو پہنچتا ہے، تمام دن اسی کش مکش میں گزر گیا، رات ہوگئی مگر اشکال رفع نہ ہوا، دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر آج کی رات انتقال ہوگیا تو قرآن کی ایک آیت کے متعلق دل میں ایک شک لے کر جاؤں گا۔ بس پھر کیا تھا رات ہی کو پیادہ پا عازم گنگوہ ہوئے صبح ہوتے ہی آستانۂ رشیدیہ پر موجود تھے۔ اس وقت حضرت گنگوہی قدس سرہٗ وضو فرما رہے تھے، پوچھا کون صاحب! حضرت مفتی صاحبؒ نے عرض کیا: "عزیزالرحمٰن" اس کے بعد اپنا اشکال پیش کیا تو حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ "یہاں سعی سے مراد سعی ایمانی ہے۔" یعنی کسی کا ایمان کسی کے کام نہ آئے گا باقی ایصال ثواب ایک دوسرے کے ضرور کام آئیں گے۔ (رسالہ دارالعلوم۔ جولائی ۱۹۵۸ء)

اس واقعہ سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے بہت سے کمالات باطنیہ کی طرف بھی ارشاد ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ اسی طرح گنج مرادآبادی بھی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولانا موصوف قدس سرہٗ نے آپکو بہت زیادہ عنایات سے نوازا تھا۔ بہر حال حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ اپنے ظاہری و باطنی علمی و روحانی کمالات میں اپنی نظیر آپ تھے۔

وفات ۱۳۴۶ھ میں آپ مستعفی ہوکر ڈابھیل تشریف لے گئے اور وہاں کچھ دن قیام فرماکر واپس دیوبند تشریف لے آئے اور تھوڑے عرصہ بعد ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ کو آپ نے داعئ اجل کو لبیک کہا اور قبرستان قاسمی میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی اولاد میں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی رکن مجلس شورٰی دارالعلوم دیوبند اور مولانا قاری جلیل الرحمٰن صاحب استاذ تجوید دارالعلوم دیوبند قابل فخر فرزند ہیں۔ اس دور کے جید علماء میں شمار ہیں۔